مختار احمد ملہ
ریسرچ اسکالر، شعبۂ فارسی، کشمیر یونیورسٹی سرینگر

عصر غالب میں نثر فارسی
ایک اجمالی تجزیۂ

ہندوستان میں فارسی زبان وادب کی ترقی جو مغلوں کے دور میں ہوئی وہ ہماری تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ مغلوں کی فارسی زبان وادب زبان سے دلچسپی اور تشویق کے نتائج میں شعراء، علماء وادباء کی ایک کثیر تعداد درباروں سے وابسطہ رہی۔ بابر سے لیکر بہادر شاہ ظفر تک سبھی مغل بادشاہوں نے فارسی زبان وادب کی سرپرستی کی۔ بہادر شاہ ظفر آخری مغل بادشاہ تھے۔ جو فارسی زبان وادب کے دلدادہ تھے۔ غالب (۱۷۹۷ء/۱۲۱۲ھ...۱۸۶۹ء/۱۲۸۵ھ) اسی بادشاہ کے دربار سے وابسطہ تھے بہادر شاہ ظفر کے عہد میں انگریز ہندوستان کے مختلف حصوں پر اپنا تسلط قائم کر چکے تھے۔ چونکہ فارسی زبان کی جڑیں ہندوستان میں کافی گہری اور قدیم تھیں۔ اسی وجہ سے فارسی زبان انگریزی زبان کی مغلوب نہیں ہوسکی۔ اس دور میں بھی ہندوستان میں فارسی شعراء وادباء کی خاصی تعداد تھی۔ مثلاً مولانا فضل حق خیرآبادی ثم الدھلوی، مولانا مفتی صدرالدین خان متخلص بہ آزردہ، مولوی عبداللہ خان علوی، مولوی امام بخش صہبائی، حکیم مومن خان مومن، نواب مصطفیٰ خان حسرتی، نواب ضیاءالدین احمد خان، سید غلام خان وحشت وغیرہ، بقول الطاف حسین حالیؔ

"درحقیقت ان لوگوں کا مرزا کے عصر میں موجود ہونا ان کی شاعری کے حق میں بعینہ ایسا تھا۔ جیسا عرفی، نظیری کے حق میں خانخانان ابوالفتح کا ان کے زمانے

Scanned with CamScanner

میں ہونا'' [1]

غالب کو اپنی ترک نژادی اور فارسی دانی پر بڑا ناز تھا وہ اپنے دادا کے ہندوستان آنے کا حال بڑے ذوق کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ مہر نیم روز میں رقمطراز ہیں:

''نیای کان کہ درقلمروی ماوراالنہر سمرقندی.......از سمر قند بہ ھند آمد'' [2]

غالب کو فارسی میں غیر معمولی استعداد حاصل تھی اور انہوں نے اسی زبان کو اپنے اظہار وابلاغ کا ذریعہ بنایا۔ نہ صرف شاعری میں بلکہ نثر میں بھی جو اہم یادگاریں چھوڑیں وہ ادب کی جان ھیں غالب کو نہ صرف اپنی فارسی شاعری پر بلکہ اپنی فارسی نثر کے اسلوب پر بھی ناز تھا اور وہ اپنے فخر کا اظہار مہر نیمروز میں اس طرح کرتے ہیں:

''این پارسی آمیختہ بتازی کہ از زبان چیرہ دستی عرب بر عجم در گیتی پدید آمد خسروی گنجینۂ دربستہ بود کہ خامہ من قفل درش را کلید آمد پرویز کجااست تا بنگرد کہ دراین رھروی کدام رہ سپردہ ام و بہرام کجااست تا فرارشد کہ سخن راازکجا بکجا بردہ ام'' [3]

غالب کے فارسی نثری آثار سے ان کے عہد کے حالات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے خاص کر غالب کے خطوط سے ھمیں غالب اور ان کے عہد کے بارے میں جاننے اور سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ غالب اس زمانے میں سن شعور کو پہنچے جب ایک طرف تو غیر ملکی ہندوستان میں اپنی طاقتیں بڑھا رہے تھے تو دوسری طرف مغل حکمران کی طاقت اگرزوال پزیر تھی مگر ملک کے مختلف گوشوں میں ان حکمرانوں کی عزت واحترام ور بزرگی قائم تھی۔

۱۸۵۷ء کا غدر غالب کے لئے روح فرسا حادثہ تھا۔ غالب نے ان مکاتیب میں ان خونین حادثات وواقعات کو بہت موثر پیرایہ میں بیان کیا ہے اور اسی وجہ سے ان کے خطوط تاریخی اھمیت کے حامل ھیں۔ غالب کے نثری تصانیف میں خطوط کے علاوہ پنج آھنگ، مہر نیمروز، دستنبو، کلیات نثر غالب، قاطع برھان، درفش کاویانی وغیرہ شامل ھیں۔

غالب کی فارسی نثری تصانیف ان کی بے مثال تخلیقی صلاحیتوں کا نمونہ ھیں

Scanned with CamScanner

۔زبان و بیان پر ان کو استادانہ مہارت حاصل تھی ۔ فارسی نثر کے بارے میں انہوں نے وقتاً فوقتاً اپنے خیالات کا اظہار کیا ھے ۔ غالب نے نثر میں سادہ نویسی اپنا کر جدتیں پیدا کیں ۔ جہاں ایک طرف انہوں نے خطوط میں لمبے چوڑے القاب سے پرہیز کیا وہیں دوسری طرف عبارت کو آرائش سے پاک کر کے نفس مضمون کو عبادت آرائی سے زیادہ اھمیت دی اور پیچیدہ جملوں سے گریز کیا۔

غالب اپنی تصنیف پنج آھنگ کے آھنگ اول میں جو کہ القاب و آداب سے متعلق ہے، طرز نگارش سے متعلق اپنے خیالات و نظریات کا اظہار اس طرح کرتے ھیں:

''بدان ای هوشمند سخن پیوند کہ نامہ نگار را آن باید کہ نگارش را از گزارش دور تر نبرده، نشش را رنگ گفتن دهد و مطلب رابدان روش گزارد کہ دریافتن آن دشوار نبود، واگر مطلبی چند داشتہ باشد در تقدیم و تاخیر ژرف نگہی بکار برد، از آن پرهیزد کہ در سخن گره درگره گرددا جزایمد عابہم دیگر فروخورد ۔ زنہار استعاره ہای دقیق و لغات مشکلہ و نامانوس در عبارت درج نکند و درهر نو ور در عایت رتبہ مکتوب الیہ در نظر دارد، تا تواند سخن را درازی ندهد و از تکرار الفاظ محترز باشد و بیشتر بہ مزاق اهل روزگار حرف زند و از احاطہ قواعد و قوانینی کہ قرار داده این مردم است بہ در نرود اما اندازه خوبی زبان نگاه دارد و این پارسی آمیختہ بتازی را در کشاکش تصوفات هند زبانان و پارسی نویس ضایع نگزارد و لغات عربی جز بقدر بایست صرف ننماید و پیوستہ در آن گوشہ کہ سادگی و نغزی شعار او گردد و در اقسام مکاتیب خاصہ در خطوط و عرائض کہ بہ حکام نویسد و مشتمل بر معاملات باشد از اغلاق و اغراق احتراز واجب داند و سخن بہ استعاره و اشاره نگزارد و نرم گوید و سنجیده گوید و آسان گوید'' [۴]

مندرجہ ذیل بالا عبارت کو مد نظر رکھتے ہوئے خطوط نگاری میں غالب کے نظریات واضح ہوتے ھیں مثلاً غالب کے مطابق خط لکھنے کا طریقہ اور طرز تحریر ایسی ہو جیسے دو انسان آپس میں گفتگو کر رہے ھیں ۔ زبان سادہ اور سلیس ہو ۔ نامانوس الفاظ

Scanned with CamScanner

سے پرہیز کیا جائے اور خالص فارسی طرز کی پیروی کی جائے۔ جہاں تک ممکن ہو سکے عربی الفاظ کے استعمال سے گریز کیا جائے اور صرف نہایت ضروری حالات میں ہی ان کا استعمال کیا جائے۔ خاص کر عرائض نویسی میں سادہ اور رواں طرز اختیار کی جائے۔

تیرھویں صدی ہجری میں عصر غالب میں جہاں ہندوستان میں غالب کے توسط سے نثری ادب میں خاص طور پر نئے رجحان آنے شروع ہوئے۔ اسی دور میں ایران میں بھی ادبی تحریک کا آغاز ہو رہا تھا۔ عہد افشار کے بعد بارھویں صدی ہجری کے آخر میں آقا کریم خان زند (۱۱۶۳ھ...۱۱۹۳ھ) کے دور سے ایران میں ایک بار پھر امن و امان قائم ہوا جس کو قاچار خاندان (۱۷۷۹ء/ ۱۱۹۳ھ.....۱۹۲۵ء/۱۳۴۴ھ) کے بادشاہوں نے بڑی حد تک برقرار رکھا اور ایران میں دوبارہ علم و ادب کا بازار گرم ہوا۔ اس دور کے کچھ سنجیدہ اور باذوق لوگوں نے اس وقت رائج مصنوعی اور مغلق انداز نگارش کے خلاف صدای احتجاج بلند کیا۔ چنانچہ تیرھویں صدی کی ابتداء ہوتے ہوتے یعنی عصر غالب میں ایران میں ایک اہم ادبی تحریک کا آغاز ہو چکا تھا جو در حقیقت اس مصنوعی اور پیچیدہ سبک کے خلاف بغاوت تھی۔ یہ تحریک تاریخ ادبیات ایران میں سبک بازگشت کے نام سے مشہور ھے۔ اس بازگشت ادبی میں شعراء و ادباء نے ایران کے کاسیکل سبک کی پیروی کی اور سادگی کو اپنایا۔ سادہ نویسی کی یہ تحریک ادبی نثر میں مقابلتاً بعد میں اور آہستہ تر وجود میں آئی۔ اس کے ابتدائی نقوش گنجینۂ معتمد تالیف مرزا عبدالوہاب نشاط (۱۷۶۱ء/ ۱۱۷۵ھ.....۱۸۲۴ء/۱۲۴۴ھ) انجمن خاقان تالیف فاضل خان گروسی (۱۱۹۸ھ ...۱۲۵۳ھ) حدائق الجنان تالیف عبدالرزاق بیگ دنبلی (۱۱۷۲ھ/۱۲۴۳ھ) میں دیکھے جا سکتے ھیں۔ تیرھویں صدی کے آغاز کے ساتھ جہاں ہندوستان میں انگریزی طاقت زیادہ مجتمع ہو گئی تھی وہیں ایران بھی یورپ سے متاثر اور مغربی افکار و آثار سے آشنا ہو رہا تھا۔ ایرانی حکام، امراء، ہوشمند ادیب اور پڑھا لکھا طبقہ اپنے

ہمسایہ ممالک کے مقابلے میں اپنی پس ماندگی سے آگاہ ہوئے۔ اور جو لوگ اس عقب ماندگی کے اسباب کو بخوبی جانتے تھے۔ ان میں ناصر الدین (۱۲۴۷ھ..۱۸۳۱ء...۱۸۹۶ء) کے وزیر مرزا تقی خان امیر کبیر (۱۸۰۸ء/۱۲۲۳ھ.....۱۲۶۸ھ اور محمد شاہ ۱۲۲۲ھ/۱۸۰۷ء...۱۲۶۴ھ/۱۸۴۸ء) کے صدر اعظم قائم مقام فراہانی ۱۷۷۹ء/۱۱۹۳ھ...۳۵....۱۸۳۴ء/۱۲۵۱ھ تھے ان دونوں نے ایرانی عوام اور ملک کی اصلاح کے لئے جو کوششیں شروع کیں۔ ان میں ایک سب سے اہم کوشش سلیس نگارش کی طرف عوام کو راغب کرنا تھا۔ ان دونوں کا شمار تیرھویں صدی اور عصر غالب میں ایران کے ماہر نثر نویسوں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے سادہ نویسی کی اس مہم کو خود دربار سے شروع کیا اور سب سے پہلے رسمی مکاتیب کے تکلفات کچھ ختم کر کے اس کو مصنوع عبارت سے نجات دلوائی۔ امیر کبیر اور قائم مقام نے اپنی تحریروں کے ذریعے لوگوں کو اس بات کی طرف متوجہ کیا کہ سنجیدہ مطالب کے اظہار، خطوط نویسی، تاریخ نویسی، شرح حال نویسی وغیرہ میں آرائش اور رنگارنگی بیکار ہے۔ جس سے اصلی معنی و مفہوم فوت ہو جاتا ہے۔

یحیی آرین پور "از صبا تا نیما" میں قائم مقام کی نثر کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کرتے ہیں:

"قائم مقام بہ مقدار زیادی از عبارات متکلف و مسجع و مضامین پیچیدہ و تشبیہات باردو نا بجا کاستہ و تا اندازہ ای انشای خود را، مخصوصاً در مراسلات خصوصی، بہ سادگی و گفتار طبیعی نزدیک ساختہ است، نثر او، برخلاف آثار اسلاف وی کہ پر از جملہ ھا و عبارت ھای طویل و قرینہ سازیھای مکرر و کجھای خستہ کنندہ است، از جملہ ھای کوتاہ ترکیب شدہ و قرینہ ھا بہ ندرت تکرار می شود.........از ذکر القاب و تعریفھای تملق آمیز حتی المقدور اجتناب می ورزد۔ بہ اشعار فارسی و عربی و آیات قرآنی و احادیث و اخبار کہ شیوۂ نویسندگان سابق است، خیلی کمتر از اسلاف خود تمسک می جوید و بسیار بجا و بموقع تازہ و متداول کہ بہ کار بردن آنھا برای منشیان و نویسندگان محافظہ کار بسیار سخت و

دشوار بود، پرواه نمی کند و بالاخره نامه های او نسبت به رسم و عادات آن زمان جامع تر و فشرده تر، خاصه در موارد ی که میل ندارد مطالبی را صریح بنویسد و موجز و کوتاه و با مقام و مقال متناسب است'' ۱۵

عصر غالب میں ایران میں جن نثر نگاروں نے رواں اور سادہ طرز نگارش کو عام کیا ان میں امیر کبیر اور قائم مقام کے علاوہ مرزا تقی علی آبادی معروف بہ صاحب دیوان (وفات ۱۲۵۶) فاضل خون گروی معروف بہ راوی (۱۱۹۸ھ...۱۲۵۳ھ) عبدالرزاق بیگ دنبلی (۱۱۷۶ھ...۱۲۴۳ھ) وغیرہ کے نام خصوصیت کے ساتھ لیے جاسکتے ھیں ذیل میں امیر کبیر اور قائم مقام کی نثر کا نمونہ پیش کیا جاتا ھے۔ نمونہ امیر کبیر:

''قربان خاکپای همایون مبارکت شوم۔ دستخط همایون زیارت شد۔ مقرر فرمودہ بودند کہ فردا یک ساعت بعد از ظہر ایلچی بیاید۔ خبر کردم ام چنان می دانم کہ بیکار نباشد۔ بہ یک دو چیز حدس می زنم۔ اگر طرف عصر کاری نداشتہ باشند بیرون تشریف می آورند خواستم عرضی بکنم کہ مبادا فردا جوابی بر خلاف مصلحت دولت خودتان بفرمائید در باب فقرۂ ثانی حضور عرض می شود۔ زیادہ جسارت نوروز باقی الامر همایون'' ۱۶

نمونہ نثر قائم مقام

''ایلچی آن دولت را در پایتخت این بود، بہ اقتضادی حوادث و دهر و غوغای کسان او با جهال شهر آسیبی رسید کہ تدبیر و تدارک آن بر ذمہ کارگزاران این دوست واقعی واجب و لازم افتاد۔ لهذا اولا برای تمهید مقدمات عذر خواهی و پاس شوکت و احترام آن برادر گرامی، فرزند ارجمند خسرو مرزا را بہ پایتخت دولت روسیہ فرستادہ'' ۱۷

اگر امیر کبیر، قائم مقام اور دوسرے نثر نگاروں کی نثر کا مطالعہ کریں تو اس بات کا اندازہ ہوتا ھے کہ ان لوگوں نے بھی اس طرز نگارش پر زور دیا جو غالب کی نثر کا خاصہ تھیں۔ خطوط میں القاب و آداب اور تکلفات سے پرھیز کر کے طویل اور پیچیدہ

جملوں سے اجتناب کیا۔ اشعار، آیات و احادیث اور عربی عبارات سے بہت کم استفادہ کیا۔ مختصر جملوں کا استعمال اور مطالب کا انحصار کے ساتھ اظہار کرنے پر زور دیا۔ ساتھ ہی نفس مضمون کو عبارت آرائی پر ترجیح دی۔

جیسا کہ پنج آہنگ کے اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہی خصوصیات غالب کی نثر نویسی اور خصوصاً خطوط میں نمایاں ہیں۔ غالب کے فارسی خطوط میں بھی مروجہ القاب و آداب، خاتمہ اور دعا کے کلمات سے اجتناب کیا گیا ہے اور مکتوب الیہ کو اس طرح مخاطب کیا گیا ہے کہ اس سے تحریر مکالمہ کے بہت قریب ہو جاتی ہے۔ چند نمونہ بطور مثال پیش ہیں:

حضرت سلامت می دانید کہ........ (نامہ بنام منشی حسن.... ص...۹۶)

حضرت سلامت من کہ مراز بان ستایش بیقرار است (نامہ بنام نواب مصطفےٰ خان بہادر،.... ص... ۱۰۸)

مخلص نواز اولا نامہ سرفراز کرد (نامہ بنام نواب مصطفےٰ خان بہادر.... ص...۱۰۸)

مہربان روی مہربان خوی سلامت.... (نامہ بنام الف بیگ نام دوستی.... ص...۱۱۰)

اسی طرح قائم مقام کے منشات کا مطالعہ کرنے سے اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ انہوں نے بھی زائد القاب و آداب سے پرہیز کیا۔ مثال کے طور پر:

''مخدوم مشفق من...، نائب السلطنہ بداند.....''

''خداوندگارا، صاحب اقتدارا.....'' ۸

ذیل میں غالب کی کچھ نثری خصوصیات کا مقابلہ قائم مقام کی نثر سے کیا جاتا ہے۔

لہجہ کی صراحت اور صفائی غالب کے خطوط کا اہم حصہ ہے۔ مولوی سید ولایت حسن خان بہادر کو لکھے گئے خط کے اقتباس سے غالب کی نثر کی اس خصوصیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

''قبلہ حاجات، ہر چند دشوار است بہ ہجران زیستن و دانم کہ بیدوست

Scanned with CamScanner

نتوان زیستن لیکن بندارادت از جانب خویش بدان اندازہ استواری من نگرم کہ اگر بفرض محال صد سال وصد هزار سال بہ فراقم گرددخاطر راحمان بہ سوی وفا گرایش و مهربان همان روی درافزایش خواهد بود۔ امید کہ هم درین شمار تفقد والتفات از آن طرف نیز روز افزون باشد......" ۹

اس خصوصیت کو مد نظر رکھتے ہوئے قائم مقام کے ایک خط کا، جو واقع نگار کو لکھا گیا ہے ،اقتباس ملاحظہ ہو:

"جادہ خراسان راشما پیش پای ما گذاشتید وحالامی فرمائید پول پارسای هنوز نرسیدہ است، شمالطف کنید مارا برحسب دلخواہ باز آرید۔ پنج را پنج هزار بگیرند۔ ما کجا اینجا کجا؟ مرغ مسکین چہ خبر داشت کہ گلزاری هست !......۱۰

شگفتہ، شیریں اوردلپذیر انداز بیان جابجا غالب اور قائم مقام دونوں کی نثر میں نمایاں نظر آتا ہے۔ ذیل میں دیئے گئے اقتباسات سے ان کے اس دلنشین انداز کی تائید ہوتی ہے۔ مولوی سراج الدین احمد کو لکھے گئے اس خط میں غالب کہتے ہیں:

"زینهار صدزینهار ای مولوی سراج الدین بترس از خدای جہان آفرین کہ چون قیامت قائم گردد و آفریدگار بہ داد بنشیند من گریان وموی کنان درآن هنگامہ آیم در تو آویزم وگویم کہ این آنکس است کہ یک عمر مرابہ محبت فریفت ودلم بردچون من از سادگی بروفا تکیہ کردم واین راز را از دوستان برگزیدم نفس کج باخت و بہ من بیوفائی کرد۔ خدارا بگو کہ آن زمان چہ جواب خواهی داد و چہ عذر پیش خواهی آورد۔" ۱۱

قائم مقام کو بھی زبان و بیان پر ایسی قدرت حاصل تھی کہ معمولی بات بھی نہایت دلچسپی سے پیش کرتے تھے۔ مثال کے طور پر:

"بہ خدا کہ بی آن جان عزیز شهر تبریز برای من تب خیز است بلکہ از ملک آذربائیجان آذرها بہ جان دادم ......" ۱۲

غالب کی نثر کی ایک اور امتیازی خصوصیت مختصر جملوں کا استعمال ہے۔ غالب نے طویل جملوں سے گریز کیا اور اسی وجہ سے ان کی نثر خصوصاً خطوط روزمرہ

Scanned with CamScanner

گفتگو سے قریب ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر غالب کہتے ہیں:

''حضرت سلامت، رسیدن دلنواز نامہ دل را تنومند و شاخ آرزو را برومند ساخت۔ گلہ از نارسیدن پاسخ نامہای خویش می کنند و از خدا شرم ندارند۔ من خود را جانب شما نگرای داشتم کہ کجائید و چہ در سر دارید۔ باری پردہ از روی کار شما برگرفتم و دانستم کہ یک چند مرا فراموش کردہ اید.......'' [13]

قائم مقام کے ایک خط کا اقتباس ملاحظہ ہو جس میں یہ خصوصیت پوری آب و تاب کے ساتھ نظر آتی ہے:

''نائب سلطنت بداند کہ مقرب اسنا قان قائم مقام را کہ بہ دربار دولت ہمایون فرستادہ بود وارد شد و از مطالبی مضبوطی او استحضار حاصل آمد۔ غرض ہمارا کردہ عذر ہمارا خواست.......'' [14]

غالب اور قائم مقام کی مندرجہ ذیل بالا نثر کی خصوصیات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ غالب نے جس زمانے میں ہندوستان میں جس سادہ نویسی کی تحریک کا آغاز کیا اور سلیس انداز بیان کو اپنایا، غیر ضروری عبارت پردازی سے اجتناب کیا۔ تقریباً اسی دور میں یہ تحریک ایران میں پروان چڑھی اور اسی کے زیر اثر ایران میں روشن فکر لوگوں کا ایک طبقہ پیدا ہوا۔ انہوں نے فارسی نگارش کو یکسر بدل دیا اور جدید رجحانات کو اپنا موضوع بنایا۔

حواشی

۱...یادگار غالب مصنف الطاف حسین حالی

۲...کلیات نثر غالب، مہر نیمروز۔ص...۲٦۷

۳...کلیات نثر غالب، مہر نیمروز۔ص...۲۷۴

۴...کلیات نثر غالب، مہر نیمروز ۔ص...۵

۵...از صبا تا نیما تکیی آرین پور...ج...اول...ص ٦۵

٦...مرزا تقی خان امیر کبیر، عباس اقبال آشتیان......ص...۴٦۸

۷...از صبا تا نیما......ص...۱۸۵

۸...تاریخ ادبیات،.....دکتر توفیق.....ص...۱۸۵

۹...کلیات نثر غالب.....ص...۱۸۵

۱۰...از صبا تا نیما.....ص.....۱۷

۱۱...کلیات نثر غالب......ص...۱۴۳

۱۲...تاریخ ادبیات......ص...٦٦

۱۳...کلیات نثر غالب.....ص...۱۴۴

۱۴...تاریخ ادبیات.....ص...٦٦

Scanned with CamScanner